اِسکول اور دِینی تعلیم

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیه

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدر آباد (رجسٹرڈ)

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی، یادگارِ رازی، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : اسکول اور دینی تعلیم

خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی **حفظه الله**

تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے ﴿☆☆☆﴾ ملیں
سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح واضافت ہے

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدر آباد (دکن)

اشاعت اُول : مارچ ۲۰۱۰ تعداد : ۱۰۰۰ (ہزار)

قیمت: 15 روپے

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے

قَصَصُ الْمُنَافِقِيْن (من اٰیاتِ القرآن)

کائنات کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور تمام آفات میں سب سے بڑی وبُری آفت نفاق ہے نفاق سب سے مہلک، خطرناک، موذی اور متعدی مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہوسکتا ہے۔ نفاق انسان کے ذہن وفکر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اُس کی زندگی کا دَھارا ہی بدل دیتا ہے۔ جو افراد اس مرض کا شکار ہیں بڑے خطرناک فتنہ انگیز، فتنہ گر، فتنہ پرور اور فتنہ پرواز ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں کی زندگی متزلزل اور خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں، جماعتوں میں گھس کر گروہ بندیاں پیدا کرتے ہیں، ملی اتحاد کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وباء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں منافقین کے قصص علامات نفاق، منافقانہ اعمال وافعال، منافقت اور تقیہ، مصالحت اور صلح کلیت کی پالیسی، خارجیت اور منافقت، فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ......دورِ حاضر کے منافقین کا حقیقی چہرہ بے نقاب کر دیا گیا ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۴	مدرسوں اور اسکولس میں دینی	۵	اہلِ ذِکر
	تعلیم کا نظام	۵	علم کی عظمت
۲۴	حصولِ علم کا مقصد	۸	علم باعث شرافتِ انسانی
۲۶	دولت اور علم	۹	اہل ذکر اور اہل علم
۲۶	عظیم علم کو حقیر دولت کا ذریعہ بنانا	۱۱	عقل والے بھی بھٹکتے ہیں
۲۶	مدرسے اور دینی ضرورت	۱۲	عقلِ انسانی، نورِ نبوت کی محتاج ہے
۲۷	اسکولس میں دینی تعلیم کا انتظام	۱۳	اہل ذکر کون ہیں
۲۹	مدرسہ یا اسکول	۱۳	علم کا سیکھنا فرض ہے
۳۱	اسکولس کا قیام	۱۵	جہالت و لاعلمی کا عذر مقبول نہیں
۳۲	اسلام اور علم	۱۸	فرضِ عین اور فرضِ کفایہ
۳۶	غلبہ اسلام	۱۹	مدارس اور اسکولس میں دُوری اور دوئی
۳۹	اسلام اور فروغ علم	۲۲	علم کی تقسیم نا قابلِ قبول ہے

صفحات : ۶۰۰ قیمت : ۱۲۰ ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی کی تصنیف

سُنّی بہشتی زیور اشرفی

شادی کا بہترین تحفہ

خواتین اسلام کے لئے انمول تحفہ ...... عورتوں کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا

خواتین کے لئے قرآن وسُنت کی روشنی میں صحیح عقائد...... اعلیٰ اخلاق اور نیک اعمال کا بے مثال مجموعہ

کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے بہترین راہنما کتاب

مشکل الفاظ اور فقہی اصطلاحات کے لئے انگریزی کا استعمال

گلدستہ خواتین جس میں جدید مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے ...... زندگی و بندگی کے خصوصی مسائل کا خزانہ

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ　　صَلِّ عَلٰی شَفِیۡعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَثَ مُحَمَّدًا　　اَیَّدَہٗ بِاَیۡدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحۡمَدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا　　اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی

اَرۡسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَہٗ مُمَجَّدَا　　صَلُّوۡا عَلَیۡہِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ سَرۡمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا　　اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ　　نام ہو اولیاء کے ساتھ‘ حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کر دے ہمیں خدا کے ساتھ　　پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے مرے مولیٰ کے پیارے　　نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے　　تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک　یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع‘ ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب‘ عبادت و استعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح ۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں‘ سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدر آباد (9848576230)

اہلِ ذِکر

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ من كان نبياً واٰدم بين المآء والطين وعلىٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعين . أما بعدُ فقد قال الله تعالىٰ ﴿ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ ﴾ (النحل/۴۳) اہلِ ذِکر سے پوچھو جس بات کا تمہیں علم نہ ہو۔

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه**

جس آیت کریمہ کو میں نے موضوعِ سخن قرار دیا ہے اُس میں کہا گیا ہے کہ **﴿ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ ﴾** اہلِ ذِکر سے پوچھو جس بات کا تمہیں علم نہ ہو۔

﴿☆☆☆ عہد جاہلیت سے ہی ایک دوسرے سے پوچھنے اور پوچھ کر سمجھنے اور سیکھنے کا دستور تھا لیکن جب اسلام کی تابانی سے سرزمین عرب میں ایمان ویقین کا اُجالا پھیلا تو بعض صحابہ کرام کے اندر بھی ایک دوسرے کی مدد سے آیاتِ قرآنی پڑھنے اور زبانی یاد کرنے کا جذبہ بیدار ہوا۔ شروع میں تو انفرادی طور پر یہ سلسلہ چلتا رہا پھر باضابطہ اجتماعی طور پر تاریخ اسلام میں پہلی بار مسجد نبوی کے چبوترے پر بیٹھ کر (۷۰) صحابہ کرام نے قرآن حکیم کی سورتیں یاد کیں اور دِین کی باتوں کو سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے کا مبارک سلسلہ شروع کیا۔ ☆☆☆﴾

علم کی عظمت : سوال کرنا عیب نہیں ہے بلکہ سوال کو **مفتاح العلم** کہا گیا ہے یعنی علم کی کنجی۔ **العلم خزانه والسؤال مفتاح** علم خزانہ ہے اور سوال اُس کی کنجی ہے جو سوال نہیں کرتے وہ جاہل ہی رہ جاتے ہیں۔ طلبِ علم میں شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت، شرم سے بدتر ہے۔ دِل میں وسوسہ رہتا ہے مگر پوچھنا نہیں چاہتے۔

پوچھنے میں یہ بھی نہیں دیکھا جانا چاہئے کہ جس سے ہم پوچھ رہے ہیں وہ ہم سے چھوٹا ہے یا بڑا ہے بلکہ یہ دیکھا جائے کہ جس سے ہم سوال کر رہے ہیں اُس کے پاس علم ہے یا نہیں۔

ایک واقعہ میں آپ کو عرض کرتا ہوں کہ ایک بزرگ نے اپنی محفل میں (تین بار) اعلان کیا کہ **'سلؤنی'** (مجھ سے پوچھو)۔ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اُس وقت بہت کم عمر تھے وہ بھی اس محفل میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ادب کے پیش نظر خود سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا' اور آپ نے ایک دوسرے شخص کے ذریعہ یہ سوال پوچھنے لگوایا کہ وہ چیونٹی جس نے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو دیکھ کر دوسری چیونٹیوں سے کہا تھا کہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ' وہ چیونٹی نَر تھی یا مادہ تھی؟ اور دوسرا سوال یہ پوچھو کہ سَر میں جو بال ہیں وہ عدد میں طاق ہے یا جفت؟

وہ بزرگ سوال سُنتے ہی سکتہ میں آ گئے اور کہنے لگے کہ یہ سوال تمہارا ہے یا کسی نے تمہیں یہ سوال سکھایا ہے؟ وہ بہت سچے لوگ تھے وہ کہنے لگے کہ یہ سوال اس بچہ نے سکھایا ہے۔ وہ بزرگ بھی امامِ وقت تھے۔ وہ بزرگ پوچھتے ہیں کہ بیٹا کیا تمہیں اس سوال کا جواب معلوم ہے۔ امام اعظم نے فرمایا کہ ہاں مجھے معلوم ہے۔ بزرگ نے فرمایا کہ ہمیں جواب بتاؤ۔ اب دیکھئے کہ وہ پوچھ رہے ہیں اس لئے کہ چھوٹے بڑے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ جس سے سوال کر رہے ہیں اُس کے پاس علم ہے یا نہیں۔ امام اعظم نے فرمایا کہ وہ چیونٹی مادہ تھی۔ بزرگ نے دلیل مانگی۔ امام اعظم نے فرمایا کہ قرآن میں ہے ﴿**وقالت نملة**﴾ کیونکہ مادہ کے لئے **قالت** استعمال کرتے ہیں اور **قال** نَر کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ گرامر کی بات ہے۔ اگر مرد کہتا ہے تو کہیں گے **قال رجل**۔ اور عورت کے لئے کہیں گے **قالت امراۃ**۔ تو ﴿**قالت نملة**﴾ کہہ کر بتا دیا کہ وہ مادہ ہے۔

بزرگ نے پھر دریافت فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ جو بال ہیں وہ عدد کے اعتبار سے طاق ہیں یا جفت (جوڑا) جیسا کہ عدد دو جفت (جوڑا) کہلاتا اور عدد تین طاق کہلاتا ہے یعنی جو عدد دو سے تقسیم ہو جائے وہ جفت (جوڑا) ہوتا ہے اور جو عدد دو سے تقسیم نہ ہو وہ طاق کہلاتا ہے۔ امام اعظم نے فرمایا کہ بال عدد کے اعتبار سے جفت (جوڑا) ہیں۔ بزرگ نے دلیل مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن میں ہے ﴿**ولکل شیئی خلقنا زوجین**﴾ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ علم ایسی عظیم چیز ہے۔ ﴿☆☆

علم ہی وہ عطیہ الٰہی ہے جس کی بدولت انسان اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب ہوا۔ اگر علم جیسے بے بہا عطیہ سے انسان سرفراز نہ کیا گیا ہوتا تو اس میں کوئی خوبی نہ ہوتی، انسانیت وحیوانیت کا فرق مٹ جاتا، زندگی گذارنا دوبھر ہو جاتا، علم حیات بلکہ موجب حیات ہے اور جہل مورثِ موت بلکہ خود موت ہے۔ صاحبِ علم مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے حالانکہ مٹی کے نیچے اس کے اعضا ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں ...... اور جاہل مردہ ہے جب کہ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے، اس کا شمار زندوں میں ہوتا ہے حالانکہ وہ معدوم ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من صار بالعلم حیاً لم یمت ابداً** جو علم سے زندہ ہوگا وہ کبھی نہیں مرے گا۔

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغؔ اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

علم دِلوں کی زندگی، آنکھوں کی روشنی اور سینوں کی تابندگی ہے۔ علم اطمینان قلبی کا ذریعہ ہے۔ علم وہ میزان ہے جس میں اقوال واحوال اور اعمال وزن کئے جاتے ہیں۔ علم ہی وہ حاکم ہے جو شک ویقین اور ہدایت وگمراہی میں فیصلہ کرتا ہے۔ علم ہی حلال وحرام اور جائز وناجائز میں فرق بتاتا ہے۔ علم ہی کے ذریعہ انسان احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ علم ایسا نور ہے جس کے ذریعہ انسانی اذہان کی

تاریکیاں کافور ہوتی ہیں اور وہ اپنے مطلوب کو بآسانی پالیتا ہے۔ علم حیاتِ انسانی کا وہ چراغ ہے جس کے بغیر انسان اپنی کشتی حیات کو کسی ساحل نجات پر نہیں پہنچا سکتا بلکہ جہالتوں کے تاریک بھنور میں گھٹ گھٹ کر ہلاک ہوسکتا ہے یعنی حیات انسانی کی کوئی بھی سمت بغیر علم کے متعین نہیں ہوسکتی' خواہ دینی ہو یا دُنیاوی' امور خارجی ہوں یا داخلی' سماجی ہوں یا وحدانی' کسی بھی سمت کا با مقصد تعین بغیر علم کے ناممکن ہے۔

جو شخص تحصیلِ علم کی مشکلات کا متحمل نہیں ہوسکتا اُسے جہل کی سختیاں عمر بھر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

علم کی فضیلت وعظمت ہر دور میں رہی۔انسان کی عظمت علم ہی میں پوشیدہ ہے۔ علم انسان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔علم خدا کا عرفان عطا کرتا ہے۔ صراط مستقیم پر چلاتا ہے اور خدائے تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔

علم باعث شرافتِ انسانی : سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا **مَنِ النَّاس** ' یعنی آدمی کون ہے؟ فرمایا' علماء'۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جو عالم نہ ہو' امام ابن المبارک نے اُسے آدمی نہ گنا۔

اس لئے انسان اور چوپائے میں فرق علم ہی کا ہے اور علم ہی کے باعث اس کا شرف ہے۔ اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے' نہ اس کا شرف جثہ کے سبب ہے کہ ہاتھی اس سے زیادہ عظیم الجثہ ہے۔نہ اس کا شرف بہادری کے باعث ہے کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے' نہ خوراک سے اس کا شرف ہے کہ بیل کا پیٹ اس سے کہیں بڑا ہے۔آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور علم ہی سے اس کا شرف ہے۔(تنبیہ الغافلین) ☆☆☆

اہلِ ذِکر اور اہلِ علم : جس آیت کریمہ کو میں نے موضوع سخن قرار دیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ 'ذکر والوں سے پوچھو'۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ 'علم والوں سے پوچھو'۔ یہ ایک بہت ہی خاص بات ہے۔﴿ **فَسْـَٔلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ** ﴾ ذکر والوں سے پوچھو کہا گیا' **فَسْـَٔلُوٓا اَهْلَ الْعِلْمِ** 'علم والوں سے پوچھو' نہیں کہا گیا۔ اگر آپ کوئی بات نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے پوچھنے میں کیا حرج تھا' مگر کہا گیا کہ ذکر والوں سے پوچھو۔

اب میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ 'نور' نور ہی ہوتا ہے مگر نور سے فائدہ کب ملتا ہے؟ جیسے آنکھ میں نور ہے مگر جب تک آفتاب کا نور نہ ہو' کیا آنکھ فائدہ دے گی؟ فائدہ حاصل کرنے کے لئے دو نوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے آنکھ میں نور ہے مگر آفتاب نہیں ہے' کوئی چراغ نہیں ہے' کوئی لائٹ اور بتی نہیں ہے تو کیا صرف اکیلی آنکھ فائدہ دے گی؟ اسی طرح آفتاب ہے' لائٹ ہے' روشنی ہے' چراغ ہے' بتی ہے' سب کچھ موجود ہے مگر ایک اندھا بیٹھا ہوا ہے تو کیا اُس کو یہ ساری روشنیاں فائدہ دے گی؟ ہرگز نہیں۔ معلوم ہوا کہ آفتاب کا نور اندھے کے لئے مفید نہیں اور آنکھوں کا نور تاریکی میں مفید نہیں۔ جب دو نور ملتے ہیں تب ہی فائدہ ہوتا ہے۔ '**العلم نور** 'علم نور ہے' جب علم نور ہے تو آپ کہیں گے کہ سارے علم والے نور والے ہو گئے ...... تو یہ علم والے بھٹکتے کیوں ہیں؟

یاد رکھئے کہ سب سے پہلے علم والا بھٹکتا ہے پھر وہ جاہلوں کو بھٹکاتا ہے۔ ابلیس بھی جاہل نہیں تھا اس لئے میں کہتا ہوں کہ فقہی مسائل کے جاننے والے کا نام عالم نہیں ہے۔

اگر آپ حنفی ہیں اور تمام حنفی مسائل جانتے ہیں اور اگر آپ شافعی ہیں اور تمام شافعی مسائل جانتے ہیں تو آپ عالم نہیں کہلائیں گے کیونکہ فقہی مسائل واحکام کے

جاننے کا نام عالم ہے تو ابلیس ہر فقہ کو جانتا ہے ہر ایک کے مسائل واحکام کو جانتا ہے۔ آپ تو صرف حنفی مسائل جانتے ہیں مگر وہ تو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی تمام مسائل کو جانتا ہے اور جتنی فقہ مٹ چکی ہے اس کا بھی وہ علم رکھتا ہے۔ اگر وہ سب کا علم نہ رکھے تو بہکائے کیسے؟ وہ جانتا ہے کہ اس شخص کے مسائل یہ ہیں' اُس کو اس طرح بہکاؤ۔ اس شخص کا راستہ یہ ہے اُس کو اس طرح بہکاؤ۔ اگر سب کا راستہ وہ نہ جانے تو لوگوں کو بہکائے کیسے؟ تو کیا آپ اُس کو عالم کہیں گے؟

معلوم ہوا کہ علم تنہا مفید نہیں ہے۔ اس سے فائدہ حاصل کرنا ہو تو ایک روشنی اور چاہئے۔ تنہا نور کو ہم مانتے ہیں لیکن وہ مفید نہیں ہوسکتا' اس سے تاریکی بھی جڑی ہوئی ہے۔ عالموں' فلسفیوں اور جانکاروں کا اختلاف بتا رہا ہے کہ علم تنہا کافی نہیں ہے۔ علم کے لئے نورِ عقل چاہئے۔ ایک مَن علم کے لئے دس مَن عقل کی ضرورت ہے۔ اس لئے پہلے کے علماء اگر کسی کو بے وقوف کہنا ہو تو کہہ دیتے **علمه اكبر من عقله** کہ اس کا علم اُس کی عقل سے بڑا ہے' اُس کی عقل جتنی ہے اُس سے زیادہ اُس کا علم ہے گویا وہ بے وقوف ہے۔ اس لئے امام سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کو یہی کہا تھا **علمه اكبر من عقله** کہ اُس کا علم اُس کی عقل سے زیادہ ہوگیا ہے۔

علم عقل کے ماتحت ہو۔ علم کی لگام عقل کے ہاتھ میں ہو' علم ایک مَن ہو تو عقل دس مَن ہونا چاہئے تا کہ بھٹکنا مشکل ہو۔

﴿☆☆ علم وعقل کی بدولت ہی انسان اشرف المخلوقات ہے۔ تمام جاندار مخلوقات میں انسان اشرف المخلوقات اسی لئے تو ہے کہ وہ جوہرِ عقل اور دولتِ علم سے مالا مال ہے ورنہ انسان کے گوشت وخون اور دوسرے جانوروں کے خون اور گوشت میں کیا فرق ہے؟ ☆☆﴾

عقل والے بھی بھٹکتے ہیں : یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ عقل والے بھی بھٹکے ہیں جیسے جالینوس، افلاطون، بوعلی سینا...... یہ کوئی بے وقوفوں کے نام نہیں ہیں یہ بہت بڑی عقل والے ہیں مگر یہ بھی تو گمراہ ہوئے۔ عقلاء کا آپس میں شدید اختلاف ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے اس پر بھی عقل والے متفق نہیں ہو سکے۔ کوئی کہتا ہے یہ حیوان ناطق ہے، کوئی کہتا ہے یہ حیوان متمدن ہے۔ آسمان کی حقیقت پر عقل والے متفق نہیں ہو سکے۔ رُوح کے بارے میں عقل والوں کے فیصلے مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ رُوح انسان کے جسم میں موجود ہے، کوئی کہتا کہ رُوح جسم سے پار ہے الغرض ایسا ٹکراؤ عقل والوں کا کہ کئی مسائل میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو معلوم ہوا کہ عقل بھی ایسی چیز نہیں کہ جسے بے لگام چھوڑ دیا جائے ورنہ یہ بڑا غضب کرے گی۔ اس پر بھی ایک پابندی ضروری ہے اس کی بھی لگام کسی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ نورِ علم کو راہ راست پر لانے کے لئے نورِ عقل کی ضرورت ہے اور نورِ عقل کو راہِ راست پر لانے کے لئے نورِ نبوت کی ضرورت ہے اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام دُنیا میں بھیجے گئے۔ اگر عقل والوں کے فیصلے صحیح ہو جاتے تو انبیاء کرام علیہم السلام کو دُنیا میں بھیجنے کی ضرورت کیا تھی۔ انبیاء علیہم السلام اس لئے بھیجے گئے کہ وہ عقل کو لگام دے اور وہ سب کو سکھائے اور اُن کو سکھانے والا صرف ایک رب تبارک وتعالیٰ ہے۔ وہ کسی دارالعلوم کے فارغ نہ رہے، وہ کسی استاد کے شاگرد نہ رہے اُن کا سکھانے والا صرف پروردگار ہے۔ نورِ نبوت کو پڑھانے کا تعلق نورِ الٰہی سے ہے۔ ایک نور دوسرے نور سے جڑا ہوا ہے۔ نورِ الٰہی نے نورِ نبوت کو روشن کیا۔ نورِ نبوت نے نورِ عقل کو روشن کیا اور نورِ عقل نے نورِ علم کو روشن کیا۔ اگر یہ سلسلہ نہیں رہا تو کیا حشر ہوگا؟ یہاں سے وہاں تک سلسلہ بنا ہوا ہے اس میں رابطہ ہونا چاہئے۔

عقلِ انسانی، نورِ نبوت کی محتاج ہیں :

ایک بات میں آپ کو بتاؤ کہ کچھ انسان بے فیض ہوتے ہیں اور کچھ انسان بافیض ہوتے ہیں۔ دونوں کی الگ الگ کیفیت ہوتی ہے۔ ہر انسان کی عقل دو کتابوں کے بیچ میں ہے، مثال کے طور پر یہاں پر ہمارے ڈاکٹر صاحب موجود ہیں، اُن کو ہم نمونہ بنا کر چلتے ہیں اس لئے کہ یہ مفید بھی ہے اور مستفید بھی ہے۔ یہ دوسروں کو دیتے بھی ہیں اور کہیں سے لیتے بھی ہیں۔ ایک کتاب وہ ہے جس سے یہ پڑھ رہے ہیں اور دوسری کتاب وہ ہے جس کو یہ لکھ رہے ہیں۔ وہاں سے لیا اور یہاں دیا، تو اب ان کا دماغ دو کتابوں کے بیچ میں آ گیا ہے ایک وہ کتاب جس سے انھوں نے لیا، اور دوسری وہ کتاب جس کو انھوں نے دیا۔ کچھ لوگ لینا جانتے ہیں مگر دینا نہیں جانتے ہیں۔ اُن کا ذکر یہاں کیا کروں۔ یہاں مفید اور مستفید دونوں کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ عقل دو کتابوں کے بیچ میں آ گئی اور اسی طرح ہر کتاب دو عقل کے بیچ میں ہوتی ہے۔ ایک عقل نے دیا، دوسری عقل نے لیا۔ فائدہ پہنچانے والے نے دیا اور فائدہ لینے والے نے لیا۔ ایک نے دیا اور دوسرے نے لیا...... تو معلوم ہوا کہ ہر کتاب دو عقلوں کے بیچ میں ہے۔ ایک کتاب سے لیا اور دوسری کتاب کو دیا۔ یہ بیچ کا تعلق واضح ہوا مگر یہ بیچ کا وجود ہی ممکن نہیں جب تک اُوّل ممکن نہ ہو۔ کونسی عقل ہے جس سے پہلے کوئی کتاب نہ ہو۔ عقلیں دو کتابوں کے اندر جکڑی ہوئی ہیں اور کتابیں دو عقلوں کے اندر جکڑی ہوئی ہیں۔ اب بتاؤ وہ کونسی کتاب ہے جس سے پہلے کوئی عقل نہیں ہے؟ اور وہ کونسی عقل ہے جس سے پہلے کوئی کتاب نہیں ہے؟ جواب یہ ہے کہ وہ کتاب جس سے پہلے کوئی عقل نہیں وہ 'کتاب اللہ' ہے۔ اور وہ عقل جس سے پہلے کوئی کتاب نہیں وہ 'رسول اللہ' ہیں۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

اب ہماری ابتداء 'کتاب اللہ' سے ہے یا ہماری ابتداء 'رسول اللہ' سے ہے۔ علم یا تو 'کتاب اللہ' سے ملے گا یا 'رسول اللہ' سے ملے گا۔ اگر ان کو چھوڑا تو علم نہیں ملے گا۔ یہی دونوں عقل پر کنٹرول کریں گے۔

اہل ذکر کون ہیں: ایک بات آپ کو بتادوں کہ علم اہل ذکر سے پوچھو' اہل علم سے نہیں۔ اہل علم تو لڑنے والے ہوتے ہیں۔اہل ذکر وہ جو ہر وقت خدا کی یاد میں رہتے ہیں۔

جو خدا سے غافل نہیں رہتے۔اُن سے پوچھو جو ہر وقت خدا کے ذکر میں رہتے ہیں۔ اُن سے پوچھو جو خدا کی خورشید رکھتے ہیں اُن کے علم کا رشتہ خدا کے نور سے جڑا ہوا ہے کسی ایرے غیرے سے مت پوچھو۔

قرآن نے لفظ ذکر فرمایا۔ ذکر حضور نبی کریم ﷺ کی صفت ہے **'ذکر رسولا'** رسول کو قرآن نے ذکر کہا ہے تو ذکر حضور ﷺ کا نام ہے تو اب قرآن کو سامنے رکھئے ﴿ **فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ** ﴾ اس کا سیدھا ترجمہ سمجھ میں آ گیا' پوچھو رسول والوں سے۔ ذکر نام ہے رسول اللہ ﷺ کا تو اُن سے پوچھو جو اُن کے ہیں' اِدھر اُدھر کیوں جاتے ہو۔

علم کا سیکھنا فرض ہے : ایک خاص بات کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ علم سیکھنا فرض ہے۔ اگر یونہی علم سیکھنے کو چلیں گے تو کچھ بھی نہیں سیکھ سکیں گے۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ فطرت کے خلاف کچھ حکم نہیں دیتا اور انسانوں کی صلاحیتیں مختلف ہیں اور سب ایک ہی طرح کا علم حاصل نہیں کر سکتے' تو اسلام نے ضروری اور غیر ضروری کی تقسیم کر دی۔ یہاں ضروری علم سے مراد فرضِ عین والا علم اور غیر ضروری علم سے مراد دیگر علوم ہیں۔ضروری علم وہ ہے جو تمہیں مسلمان بنا کر رکھے......اس کے علاوہ علوم وہ ہیں جو تمہیں با کمال بنا کر رکھے۔ اب جس بات کی

طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ **طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة** ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے۔ یہاں جو فرض کہا گیا ہے اس سے مراد فرضِ عین ہے۔

﴾☆☆ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :

شارحین حدیث نے فرمایا ہے کہ علم سے مراد وہ مذہبی علم ہے جس کا حاصل کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہے جیسے خدائے تعالیٰ کو پہچاننا' اس کی وحدانیت' اس کے رسول کی شناخت اور ضروری مسائل کے ساتھ نماز پڑھنے کے طریقہ کو جاننا۔ اس لئے کہ ان چیزوں کا علم فرضِ عین ہے اور فتویٰ واجتہاد کے مرتبہ کو پہنچنا فرضِ کفایہ ہے۔ (مرقاۃ)

محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

علم سے مراد اس حدیث میں وہ علم ہے کہ جو مسلمانوں کے لئے وقت پر ضروری ہے مثلاً جب اسلام میں داخل ہوا تو اس پر خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کو پہچاننا' رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت کو جاننا واجب ہوگیا اور ہر اس چیز کا علم ضروری ہوگیا جس کے بغیر ایمان صحیح نہیں۔ جب نماز کا وقت آ گیا تو اس پر نماز کے احکام کا جاننا ضروری ہوگیا اور جب ماہ رمضان آ گیا تو روزہ کے احکام کا سیکھنا ضروری ہوگیا' جب مالک نصاب ہوگیا تو زکوٰۃ کے مسائل کا جاننا واجب ہوگیا اور اگر مالک نصاب ہونے سے قبل مر گیا اور زکوٰۃ کے مسائل کو نہ سیکھا تو گنہگار نہ ہوا۔ اور جب عورت کو عقد میں لایا تو حیض ونفاس وغیرہ جتنے مسائل کا زن وشوہر سے تعلق ہے جاننا واجب ہوگیا۔ (جس وقت نکاح کرے اس وقت اس کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے مثلاً یہ جاننا کہ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے اور حالتِ حیض میں جماع کرنا درست نہیں اور حیض کے بعد غسل کرنے تک جماع نہ کرنا چاہئے اور اس کے سوا اور جو چیزیں نکاح سے تعلق رکھتی ہوں ان سب کا علم فرض ہو جاتا ہے۔ طلاق کے مسائل بھی معلوم کرنا فرض ہے

کہ ایک دم تین مرتبہ طلاق کہہ دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔۔ ورنہ تین سے زائد مرتبہ طلاق کہہ کر بھی بدمذہب' بے امام غیر مقلد(نام نہاد اہلحدیث) کی طرح زندگی گذارتا رہے گا' یہ حرام ہے)وعلی ھٰذا القیاس ...... (اشعۃ لمعات)

جہالت ولاعلمی کا عذر مقبول نہیں : جہالت تاریکی ہے۔ جہالت حجاب ہے ...... جہالت عیب ہے...... جہالت بذات خود ایک گناہ ہے...... جہالت موت ہے اور جہالت کی وجہ سے کی جانے والی غلطیوں کا کوئی عذر و بہانہ نہیں۔ اگر آپ ملک کے قوانین سے واقف نہیں ہیں اور خلافِ قانون کوئی عمل سرزد ہو جائے تو مجرم قرار پاؤ گے' سزا کے مستحق قرار دیئے جاؤ گے اور قانون کی گرفت میں آ جاؤ گے......عدم واقفیت' نا قابلِ قبول عذر ہے۔ جہالت' ناواقفیت اور لاعلمی سے اگر آگ میں ہاتھ ڈال دیں تو آگ اپنا کام کردے گی اور ہاتھ کو جلا دے گی۔ آپ واقف ہوں یا نہ ہوں چھری بہرحال اپنا کام کرے گی' زہر ضرر پہنچائے گا۔ تاریکی میں چلیں تو گڑھے میں گرنے یا ٹھوکر لگنے کا خدشہ رہے گا۔ اگر آپ کو ٹرین کے ذریعہ حیدرآباد سے دہلی جانا ہے اور اگر آپ نے لاعلمی' بھول اور جہالت کے سبب کسی دوسری ٹرین (مثلاً مدراس کی ٹرین) میں سوار ہو جائیں تو آپ دہلی کی بجائے مدراس پہنچ جائیں گے۔ جہالت سب سے بڑی تاریکی ہے جہالت کی وجہ سے قدم قدم پر بہکنے اور بھٹکنے کا خدشہ بلکہ یقین رہے گا۔مسافر کے لئے جس طرح سفر سے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری ہیں اسی طرح دورانِ سفر نماز کے مسائل کا جاننا بھی ضروری ہے۔ مسافر کے لئے نماز کا قصر واجب ہے۔مسافر کو بحالتِ سفر صرف فرض نماز میں قصر کرنے کا حکم ہے کہ چار رکعت فرض دو پڑھے یعنی تنہا یا مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی صورت میں ظہر' عصر اور عشاء میں چار رکعت فرض کے بجائے دو رکعت فرض پڑھے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لاعلمی کا عذر مقبول نہیں۔
اگر آدمی تجارت کرتا ہے تو اپنے پیشہ کا علم بھی اس پر فرض ہو جاتا ہے۔ تاجر کے لئے تجارت کے مسائل اور بیع (فروخت) کی شرطیں معلوم کرنا فرض ہے تا کہ بیعِ باطل سے بچے۔ اسی لئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دُکانداروں کو دُرّے مار کر علم سیکھنے کے لئے بھیجتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کوئی بیع کے احکام نہ جانے اُسے تجارت نہ کرنا چاہئے کہ لاعلمی میں سود کھائے گا اور خبر بھی نہ ہوگی۔ اسی طرح ہر پیشہ کا علم ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس پر طلبِ علم فرض نہ ہو یعنی جس شخص کو جس علم کی ضرورت ہے اُس پر اُس کا سیکھنا بھی فرض ہے۔

ہر شخص پر وہ علم سیکھنا فرض ہے جس کا معاملہ وہ کرتا ہے، تو معلوم ہوا کہ عوام الناس ہمیشہ اس خطرہ میں ہیں کہ اُن کو کوئی کام آپڑے۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور اسے بے خوف وخطر نادانی سے کر بیٹھیں۔ اگر اس کام کی اکثر حاجت ہوتی ہے اور وہ کام نادر نہیں ہے تو ان کی نادانی کا عذر کچھ عذر نہیں، مثلاً حالتِ حیض میں یا حالتِ نفاس میں غسل سے پہلے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے اور کہے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ منع ہے تو اس کا عذر کچھ عذر نہیں یا کوئی عورت صبح سے پہلے پاک ہو اور مغرب اور عشاء کی نماز قضا نہ کرے کہ یہ مسئلہ اُسے نہ معلوم ہو تو اس کی لاعلمی کا عذر قبول نہ ہوگا۔ قیامت کے دن اُس سے کہا جائے گا ہم نے تجھ سے کہہ دیا تھا کہ طلبِ علم فرض ہے تو اس سے کیوں باز رہا کہ مبتلائے حرام ہوا۔

علم، ہر انسان کی عظمت و سربلندی کا سبب ہے لیکن ایک مردِ مومن کے لئے علمِ دین کا حصول ایمانی ضرورت ہے اس کے لئے علم دِین کے علاوہ دُنیا و آخرت میں کوئی چارۂ کار نہیں کیونکہ اس رزم گاہِ حیات میں ہر ہر قدم پر علم کی اشد ضرورت پڑتی ہے۔

معلوم ہوگیا کہ اسلام میں علم کی کس قدر اہمیت ہے' نیز اسلام اپنے ماننے والوں کو کتنی سختی کے ساتھ اپنے مذہب کی ایسی باتوں کا علم حاصل کرنے کی تاکید کرتا ہے جس کی روزمرہ کی زندگی میں اسلامی امور کو بجالانے کے لئے بہت زیادہ ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ انجانے میں کوئی ایسا خلاف شرع کام نہ کر بیٹھے یا کفر آمیز کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکال دے جو اس کے لئے موجب عذاب و باعث ہلاکت ایمان بن جائے۔ ☆☆

ہر مسلمان پر علم کا طلب کرنا فرضِ عین ہے۔اب اس کی اہمیت دیکھئے جیسے نماز فرضِ عین ہے روزہ فرضِ عین ہے ایسے ہی علم کا طلب کرنا فرضِ عین ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرضِ عین ہے؟ آسان جواب یہی ہے کہ جو چیزیں ہمارے اُوپر فرض ہے اُن کے مسائل اور احکام کا جاننا بھی فرض ہے۔ نماز پڑھ رہے ہیں تو نماز کے احکام و مسائل کا جاننا بھی فرض ہے۔ روزہ فرض ہے تو روزہ کے مسائل جاننا بھی فرض ہے۔ تاجر کے لئے تجارت کے احکام جاننا فرض ہے۔ حاجی کے لئے حج کے مسائل کا جاننا فرض ہے یعنی جو چیزیں ہم پر فرض ہیں اس کے مسائل کا جاننا بھی فرض ہے۔ جو ہمارے لئے مستحب ہے اس کے مسائل کا جاننا مستحب ہے۔ جو ہمارے لئے مباح ہیں اس کے مسائل کا جاننا مباح ہے۔ فرائض واجبات اور مؤکدات کے احکام کا جاننا ضروری ہے۔ محرمات اور منہیات' شریعت نے جس سے ہمیں روکا ہے اور حرام کیا ہے اُن کا جاننا بھی فرض ہے۔ اگر جانیں گے نہیں تو عمل کیسے کریں گے؟ اور حرام چیزوں کے احکام و مسائل نہیں جانیں گے تو حرام چیزوں سے بچیں گے کیسے؟ اتنا علم تو سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ علامہ ہونا' مفتی ہونا' قاضی ہونا' محدث ہونا اور مفسر ہونا یہ سب پر فرض نہیں ہے۔ اگر اسلام اس چیز کو فرض قرار دیتا تو اسلام ناقابلِ عمل ہوتا۔ انسان کی صلاحیتیں مختلف ہیں' استعداد مختلف ہیں اور خواہشات مختلف ہیں' لہذا عالم اور مفتی ہونا یہ فرضِ کفایہ ہے' فرضِ عین نہیں ہے۔

ایک مثال آپ کو بتا دوں کہ نماز ہم سب پر فرض ہے۔ کیا کسی ایک شخص کے نماز ادا کرنے سے سب کی نماز ادا ہو جائے گی؟ اگر صرف امام صاحب نماز پڑھ لے تو کیا سب بستی والوں کی نماز ادا ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص روزہ رکھے تو کیا سب کا روزہ ادا ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اگر صرف شوہر نماز ادا کرے تو بیوی کی نماز ادا نہیں ہوگی۔ اگر صرف بیوی روزہ رکھے تو شوہر کا روزہ ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح جن چیزوں کا علم جاننا تم پر فرضِ عین ہے وہ فرض دوسروں کے ادا کرنے سے کیسے ادا ہوگا بلکہ ہر شخص کو علم جاننا فرض ہے جیسے نماز ادا کرنا فرض ہے۔

فرضِ عین اور فرضِ کفایہ : ایک ہے فرضِ عین اور ایک ہے فرضِ کفایہ۔ آپ کی بستی میں اگر ایک شخص عالم ہو گیا تو سب کا فرض ادا ہو گیا' اور اگر ایک بھی عالم نہ ہو تو سب گنہگار ہوں گے۔ اگر کوئی فقیہ ہی نہ ہو' کوئی عالم ہی نہ ہو تو سب گنہگار ......اور اگر پوری اُمت کے اندر چند علماء ہو جاتے ہیں تو سب کا فرضِ کفایہ ادا ہو گیا۔ علماء کیسے بنتے ہیں؟ بڑی بڑی اور موٹی موٹی کتابیں پڑھنا ہوتا ہے' آنکھوں کا تیل جلانا پڑتا ہے' روکھی سوکھی کھانا پڑتا ہے' طلبِ علم میں پیش آنے والی مصیبتوں کی پرواہ کئے بغیر علم سیکھنے میں ہمہ تن مصروف رہنا پڑتا ہے' بڑی محنت کے بعد کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ سب فرض کر دیا جائے تو سب بھاگ جائیں گے۔ یہ صرف فرضِ کفایہ ہے مگر لوگوں نے غلطی یہ کی کہ لوگ اپنے فرضِ عین کو فراموش کر گئے اور ایک مدرسہ بنا دیا' اس مدرسہ میں چالیس پچاس بچے آ گئے اور مطمئن ہو گئے کہ ہمارا فرض ادا ہو گیا...... اس طرح آپ کا فرض ادا نہیں ہوگا۔ آپ کا فرض جو آپ پر ہے وہ ادا نہیں ہوگا جب تک کہ آپ خود اپنا ضروری علم حاصل نہیں کریں گے جو کہ فرضِ عین ہے۔ صرف مسجد بنوانے سے آپ کا فرض ادا نہیں ہوگا بلکہ آپ کو بھی نماز ادا کرنا ہوگا جو کہ

آپ پر فرضِ عین ہے۔ صرف افطار کروانے سے آپ کا روزہ ادا نہیں ہوگا بلکہ آپ کو بھی روزہ رکھنا ہوگا جو کہ آپ پر فرضِ عین ہے۔

پہلے زمانے میں یہ چیزیں لوگ گھر سے سیکھ کر نکلتے تھے' اسلامی ماحول ہوتا تھا لہذا کسی اسکول و مدرسہ کی ضرورت نہ تھی' مگر آج تو ماحول اتنا بدل اور بگڑ گیا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں کہ وضو کیسے کریں' نماز کیسے پڑھیں' جیسے جی چاہا ویسے پڑھ لیا۔ اگر کسی نے کہا کہ یہ آپ نے کیسی نماز پڑھی تو کہہ دیتے ہیں کہ ہماری نماز ہو جاتی ہے اللہ قبول کرنے والا ہے۔ نہ طہارت کا خیال' نہ وضو کا خیال۔

☆☆☆ دینی مدارس اور عصری تعلیم کے اسکولس میں دُوری اور دوئی :

ہمارے دینی مدارس اور عصری تعلیم کے اسکولس میں جو دُوری اور دوئی واقع ہو چکی ہے اُس کو کم کرنا چاہئے۔ دینی اور عصری اداروں کی تفریق ہماری طبیعتوں میں پیوست ہوگئی ہے۔ ہم نے انسانی فکر کے ارتقاء کو نظر انداز کر دیا اور علم کو دو خانوں میں بانٹ دیا۔ ہماری تعلیم ناقص ہوگئی۔ اس نے ہر دو فریق کی تعلیم کو ادھورا بنا دیا ہے۔ عصری تعلیم حاصل کرنے والے اکثر دِین سے ناواقف رہ جاتے ہیں اور جو لوگ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ عام زندگی سے کٹ گئے۔ جن لوگوں نے دینی تعلیم حاصل کی وہ دفاتر میں نظر نہیں آتے' یہاں تک اُن کی پہنچ ہے ہی نہیں۔ نہ زندگی کے ان دوسرے شعبوں اور کارگاہوں میں جہاں کام کرنے کے لئے عصری تعلیم ضروری ہے۔ اُردو کا مشہور مقولہ ہے کہ مُلاّ کی دَوڑ مسجد تک' یعنی دینی مدارس کے فارغین مسجد کے امام یا مؤذن بن کر رہ جاتے ہیں۔ ہم نے ریلوے اسٹیشنس' بینکس اور پوسٹ آفس میں اکثر مولوی حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ انگریزی میں کسی فارم کی خانہ پُری کے بھی اہل نہیں ہیں۔ لفافے اور پوسٹ کارڈ پر انگریزی میں پتہ بھی لکھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں' بسا اوقات غیر مسلم افراد سے بھی مدد طلب کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

یہ منظر بھی قابلِ افسوس اورعبرت ہوتا ہے کہ بسس کے بورڈس پر انگریزی میں لکھے ہوئے نام بھی نہیں پڑھ سکتے ...... جہلاء سے پوچھ پوچھ کر یہ علماء بسس میں سوار ہوتے ہیں اوراحساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔ مقامِ تعجب ہے کہ دو چار سال دینی مدرسہ میں مفت پلنے والے افراد بھی عصری تعلیم یافتہ اسکالرس، پروفیسرس، ڈاکٹرس، گرانجویٹس ......سب کو بلا جھجک جاہل (عوام) کہہ دیتے ہیں۔

کیا یہ حضرات اشاعتِ دِین کا فریضہ بخوبی انجام دے سکتے ہیں اوراسلامی تعلیمات دوسروں تک بہم پہونچا سکتے ہیں !

بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ دینی مدارس، اسلام کی اشاعت میں کماحقہٗ، کلیدی کردار ادا کرنا تو بڑی بات ہے اسلام کے تحفظ میں بھی بسا اوقات ناکام دِکھائی دیتے نظر آرہے ہیں۔

عصری علوم سے عدم واقفیت اورمحدود ذہنیت احساس کمتری کا اہم سبب ہوتی ہے، چونکہ ہمارے مدارس کے طلباءعصری علوم سے بالکل ہی کورے ہوتے ہیں اس لئے کسی مجلسی گفتگو میں موجود ہونے کے باوجود بھی حصہ لینے کے اہل نہیں ہوتے اوراگر شریک گفتگو ہوجاتے ہیں تو لب ولہجہ اس قدر سخت گیر ہوتا ہے کہ محفل کی محفل ان سے متنفر ہوجاتی ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ ان میں ایسی قابلیت اوراستعداد نہیں جو اپنی دلیلوں سے کسی کو مطمئن کرسکیں۔

دینی مدارس کے فارغین انسانی فکر کے اس ارتقاء سے جوگذشتہ پانچ سوسال میں ہوا نابلد رہتے ہیں، لہذا دینی مدارس کے فارغین کو اہم رائج الوقت علوم سے ضرور واقف ہونا چاہیئے۔

عصری تعلیم کے اسکولس میں دینی تعلیم کی شمولیت لازمی ہے تاکہ مسلمان دینی تعلیم (فرضِ عین) سے بے بہرہ نہ رہ سکیں......اور دینی مدارس کے نصاب میں عصری مضامین

کی شمولیت ضروری ہے تاکہ دینی مدارس کے طلباء باشعور، وسیع النظر وفکر، مستعد، متحرک وفعّال بن کر عالم سے باخبر رہ سکیں۔

بعض حضرات علم کی تقسیم دینی اور دُنیوی لحاظ سے کر کے ایک دوسرے کے مغایر قرار دیتے ہیں۔ علم کو دینی اور دُنیاوی دوخانوں میں تقسیم کرنا رُوحِ علم کے خلاف ہے یہ بات قرین قیاس نہیں، کیونکہ دِین و دُنیا ایک دوسرے کے مغایر نہیں۔ دِین کے مقابل بے دینی ہے جب کہ آزادخیالی اور دُنیا کے مقابل آخرت ہے۔ قرآن نے ﴿**ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة**﴾ میں دُنیا کو آخرت کے مقابل بتایا ہے۔ اگر دِین اور دُنیا میں مغایرت ہوتی تو اللہ رب العزت کسی بھی دیندار کو دِین سے وابستہ رہ کر دُنیا کی آسائش، اُس کی لذتوں اور نعمتوں سے محظوظ ہونے کی ہرگز دعوت نہ دیتا۔ یہ واضح رہے کہ دُنیا کی وہی چیزیں ممنوع قرار دی گئی ہیں جو رُوحِ اسلام کے خلاف ہیں اور بندگانِ خدا کو اس سے کسی نہ کسی طرح کا نقصان وابستہ ہے۔ دُنیا کی لذتوں سے استفادہ کرنے میں اتباعِ رسول کو پیش نظر رکھنا ضروری قرار دیا، ارشادِ ربّانی ہے: ﴿**وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا**﴾ (الحشر/ ۷) 'اور رسول (کریم) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رُک جاؤ' اور غالباً **لارهبانيه فی الاسلام** سے بھی ہمارے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

جب دِین اور دُنیا میں کوئی مغایرت نہیں تو وہ علوم جن کو کچھ لوگوں نے دِین اور دُنیا میں تقسیم کر دیا ہے ان میں کیوں کر مغایرت ہوسکتی ہے؟ سائنس کا وہ حصہ جن کی تعلیم سے شرعی علوم کی تفہیم میں مدد مل رہی ہے انہیں ضرور شاملِ درس کرنا چاہئے تاکہ قرآن واحادیث کے وہ مباحث جہاں سائنسی مضامین بیان کئے گئے ہیں اُن کی کما حقہ تفہیم ہو سکے۔

دورِ جدید میں ہزارہا سائنسی ایجادات کا ظہور ہورہا ہے اور یقیناً یہ سائنسی ایجادات انسانوں کے لئے باعثِ عز وشرف اور موجبِ زیب وزینت ہیں جس کی افادیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ باشعور علماء و محققین نے سائنسی تحقیقات اور ایجادات کے استعمال کو شرعی طریقے پر استعمال کرنے کا سلیقہ‘ طریقہ بتایا اور اُمت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی۔ وقت کے دھارے سے مسلمانوں کو الگ نہ ہونے دیا۔ سائنسی ایجادات اب دین کی ضرورت بن چکے ہیں جن کو استعمال کرتے ہوئے فائدہ اُٹھانا ضروری ہو چکا ہے۔ نصاب کی اس ترمیم سے مدارس اور اسکولس کی دُوری اور فاصلوں کو یقیناً کم کیا جاسکتا ہے۔

علوم اسلامیہ کی عظمت ہر دور میں مسلم رہی ہے اس کی اہمیت اور ضرورت سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔ البتہ عہد حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر دینی مدارس کے نصاب اور نظام تعلیم وتربیت میں ترمیم نہیں بلکہ از سرنو ترتیب کی ضرورت ہے۔ اس بات کا بھرپور لحاظ رکھیں کہ نصاب میں عصری مضامین کی شمولیت بھی ہوجائے اور دینی مضامین بھی متاثر نہ ہوں۔

علم کی تقسیم نا قابلِ قبول ہے : علم‘ علم ہے اس کے یہاں کسی قسم کی تقسیم نا قابل قبول ہے۔ اور جب یہ زاویہ نظر مبنی بر صداقت ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اسلامی مدارس کے ارباب حل وعقد بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے نصاب میں ممکنہ حد تک ان تمام علوم کو شامل کر سکتے ہیں جن پر رب کی معرفت کا انحصار ہے۔ خلیفۃ اللہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو تمام ملائکہ پر جو فضیلت حاصل ہوئی ہے وہ صرف علم ہی کی بنیاد پر ہوئی۔ یہاں یہ علم اپنے تمام انواع اور اقسام کو شامل ہے اس میں دِین اور دُنیا کی کوئی تخصیص نہیں‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**علم آدم الاسماء کلها**﴾ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

اس حکم عام سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دُنیا و مافیہا زمین و آسمان کے سارے علوم سے روشناس کرا دیا گیا۔ مفسرین کے بقول حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیاء اور جملہ مسمیات پیش فرما کر آپ کو اُن کے اسماء، صفات، افعال و خواص، اور اصول علوم وصناعات سب کا علم بطریق الہام عطا فرمایا گیا۔

اس تفسیر کی وضاحت کا مطلب یہ ہے کہ تمام سائنسی علوم، ایجادات اور انکشافات سب کچھ علم کے دائرے ہی میں شامل ہیں۔ **علم الانسان مالم یعلم** میں بھی اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہے یعنی انہیں ہر وہ علم سکھا دیا گیا جو نہیں جانتے تھے۔ اس عموم میں وہ تمام سائنسی ایجادات، انکشافات، دریافتیں اور نت نئی تحقیقات جو زمین کے اُوپر اور آسمان کے نیچے قیامت تک ہوتی رہیں گی۔ آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا سب پر محیط ہے۔ علم کو دِین اور دُنیا کے الگ الگ خانوں میں تقسیم کرنا علم قرآن کی رُوح کے خلاف ہے کیونکہ علم کے کسی بھی حصہ سے جو شخص بے بہرہ ہو اُس کے سر پر زمین میں خدا کی نیابت کا تاج زریں کس طرح زیب دے گا؟

حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ اپنے میں قوت پیدا کرو۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جس زمانہ میں جس چیز کا عروج ہو اگر وہ اسلام میں ناجائز اور حرام نہیں تو اس میں کمال پیدا کرو، یعنی اگر تیر اندازی کا زمانہ ہے تو اس سے قوت پیدا کرو۔ اور اگر شہ سواری کا زمانہ ہے تو اس سے قوت پیدا کرو۔ اور اگر سائنس وٹکنالوجی کا زمانہ ہے تو اس میں قوت پیدا کرو۔ اس حکم صریح کے باوجود اگر اسلامی مدارس کے ذمہ داران پھر بھی شک وارتیاب کے مرتکب ہوں تو اس موقع سے کف حسرت ملنے کے علاوہ اور کیا چارہ ہے۔

(دینی مدارس اور عہد حاضر کے تقاضے، ڈاکٹر غلام یحیٰی انجم)

اطلبو العلم ولو کان بالصین علم سیکھو اگر چہ چین میں ہو۔ چین اسلامی علوم کا کبھی بھی مرکز نہیں رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عصری علوم (سائنس وٹکنالوجی) کے حصول کے لئے بھی اگر دور دَراز مقامات کا سفر بھی کرنا پڑے تو کرو، مصائب وآلام کا سامنا بھی کرنا پڑے تو اُن کا استقبال کرو...... طلبِ علم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ ☆☆☆

مدرسوں اور اسکولس میں دینی وعصری تعلیم کا نظام :

میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ فرضِ کفایہ کے لئے اتنے سارے دارالعلوم ہیں جسے کچھ کم کرنا چاہئے' اتنے بھی زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ جتنے زیادہ دارالعلوم بڑھ رہے ہیں اتنی زیادہ جہالت بڑھ رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ اب تو ہزاروں دارالعلوم قائم ہو چکے ہیں' پہلے نہ تو اتنے مدرسے تھے اور نہ ہی تعلیم کا اتنا معاملہ تھا اور نہ ہی اتنی آسانیاں تھیں بلکہ بہت زیادہ پریشانیاں اور دشواریاں تھیں۔ آج تو اتنی آسانیاں پیدا ہوگئی تو پھر اتنے دارالعلوم میں سے کوئی غزالی کیوں پیدا نہیں ہوتا' کوئی رومی کیوں پیدا نہیں ہوتا' کوئی رازی کیوں پیدا نہیں ہوتا' کوئی احمد رضا کیوں پیدا نہیں ہوتا ؟ ان جیسے مصلحین اُمت (علیہم الرحمہ والرضوان) کیوں پیدا نہیں ہوتے جو اپنی امامت کا لوہا منالے...... یہ ہے آپ کے دارالعلوم کا حشر۔

ویسے میں کبھی کبھی کالجوں کی طرف مخاطب ہوکر پوچھتا ہوں کہ اتنے کالجس اور اتنی یونیورسیٹیاں قائم ہیں مگر ان یونیورسٹیوں میں سے کوئی ارسطو کیوں نہیں نکلتا؟ اس میں افلاطوں' بقراط' سقراط کیوں نہیں نکلتے ؟

حصولِ علم کا مقصد : علم خود ایک مقصود ہے' یہ سب سے بڑا مقصود ہے۔ بہت بڑی خرابی یہ آ گئی کہ لوگوں نے علم کو مقصود بنانا چھوڑ دیا اور علم کو کسی اور مقصد کے حصول کا ذریعہ بنالیا۔ اگر اُن سے پوچھا جائے کہ علم کیوں حاصل کرتے ہو تو کہیں گے کہ نوکری حاصل کرنے کے لئے۔ کوئی کہے گا کہ تجارت کرنے کے لئے۔ کوئی کہے گا دولت حاصل کرنے کے لئے۔ کوئی شہرت حاصل کرنے کے لئے علم حاصل کرر ہا ہے تو کوئی عہدے حاصل کرنے کے لئے علم حاصل کرر ہا ہے لیکن علم صرف علم کے لئے نہیں حاصل کرر ہے ہیں بلکہ دوسرے مقصد کے لئے حاصل کرر ہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جتنی ضرورت ہے صرف اتنا ہی علم حاصل کرر ہے ہیں' جتنے علم پڑھیں

مقصد حاصل ہو جائے صرف اتنا ہی علم حاصل کر رہے ہیں، مگر پہلے زمانہ کے لوگ علم کو کسی کام کے لئے نہیں حاصل کرتے تھے، اپنی معیشیت کو درست کرنے کے لئے نہیں حاصل کرتے تھے بلکہ علم کو صرف علم کے لئے پڑھتے تھے وہی بقراط ہوتے تھے، وہی سقراط ہوتے تھے، وہی جالینوس ہوتے تھے، وہی افلاطون ہوتے تھے......

ہمارے دینی مدارس کا بھی یہی حال ہوا ہے۔ ہمارے مدرسوں کا پڑھنے والا اب پڑھتا ہے تو کس لئے؟ تاکہ امام ہو جائے گا، مؤذن ہو جائے گا، واعظ ومقرر ہو جائے گا، خطیب ہو جائے گا، قاضی ہو جائے گا، اگر کچھ نہیں ہو سکے گا تو کم از کم تعویذ تو لکھ لے گا۔ اس طرح وہ نہ رازی بنتا ہے، نہ غزالی بنتا ہے، نہ رومی بنتا ہے۔ اگر یہ بھی دین کا علم صرف علم کے لئے حاصل کرے تو آج یہ رازی ہو سکتے ہیں، غزالی بھی ہو سکتے ہیں، رومی ہو سکتے ہیں اور احمد رضا ہو سکتے ہیں۔ (علیهم الرحمة والرضوان)

﴾☆☆☆ اگر ہمیں قوم کے نونہالوں کو سندِ فضیلت دے کر کسی مسجد کا امام اور مؤذن ہی بنانا ہے تو پھر ان طلباء کی عمرِ عزیز کا تیرہ چودہ سال ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ کیوں نہ درجہ پنجم پاس کرنے کے بعد ہی بنام عالمیت کوئی ایسا مختصر مگر جامع نصاب زیادہ سے زیادہ تین سال پر مشتمل ہو تیار کر لیا جائے جو مسجد کی امامت وخطابت کے لئے کافی ہو سکے، نیز امامت کے تعلق سے تمام ضروری معلومات فراہم کر سکے۔ کافیہ، شرح جامی، ملاحسن، حمد اللہ اور شمس بازغہ کے پیچیدہ مسائل میں ان بے چاروں کو الجھانے سے کیا فائدہ؟ بہتر یہ ہوگا کہ امامت وخطابت کا نصاب مکمل کرنے کے بعد وہ جلد از جلد اپنے کام سے لگ جائیں اور خاندان کی معاشی ضرورتوں کی تکمیل کر سکیں۔ ہاں وہ طلباء جو باصلاحیت ہیں اور آگے بڑھنے کا حوصلہ اور استطاعت رکھتے ہیں ان کی صحیح معنوں میں مزید علمی تربیت کی جائے تاکہ ہماری وہ درسگاہیں جو کسی اچھے استاذ نہ ملنے کی وجہ سے خالی ہیں اُن کی خانہ پُری ہو سکے۔ (ماخوذ از دائرۃ المصنفین ص۴ مرتبہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم)

دولت اور علم : باب العلم سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

- علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اور مال فرعون وقارون جیسے لوگوں کی میراث ہے۔
- علم انسان کو بناتا اور مال کو انسان کماتا ہے۔
- انسان کو دولت کی حفاظت کرنی پڑتی ہے مگر علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔
- دولت مند کے دشمن بہت ہوتے ہیں مگر علم والے کے دوست بہت ہوتے ہیں۔
- علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔
- صاحبِ مال کو فوت ہونے کے بعد لوگ بھول جاتے ہیں اور عالم مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔
- مال کے تعلق سے قیامت میں سوال ہوگا کہ کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور عالم کا ہر علمی خدمت پر جنت میں درجہ بلند ہوتا ہے۔ ☆☆☆

عظیم علم کو حقیر دولت کا ذریعہ بنانا : ایک بات بتایئے کہ علم کو آپ دولت کے لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں، دولت مقصود ہے اور علم کو ذریعہ بناتے ہو۔ ایک تو آپ دولت کو حقیر بھی سمجھتے ہو اور دوسری طرف اس کو آپ عزت بھی دے رہے ہو کہ علم جیسی عظیم چیز کو آپ اس کے حصول کا ذریعہ بنا رہے ہو۔ وہ دولت جو ضائع ہونے والی ہے وہ مقصود ہے اور وہ علم جو ساتھ جانے والا ہے وہ ذریعہ۔ علم تو ساتھ نہیں چھوڑے گا، دولت ساتھ چھوڑ دے گی۔ قصّہ یہ ہوا کہ جو خادم تھا اُس کو مخدوم بنا دیا اور جو مخدوم تھا اُس کو خادم بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں قسم کے اداروں میں کچّا مال تیار ہونے لگا۔

عربی مدرسے اور مسلمانوں کی دینی ضرورت : یہ ٹھیک ہے کہ سب لوگ مفتی نہیں بنتے، عالم نہیں بنتے، فقیہ نہیں بنتے، محدث نہیں بنتے ......سب کے لئے یہ ضروری بھی نہیں ہے لیکن کم از کم اتنا علم تو ضروری ہے کہ وہ مسلمان بنے رہیں اور

ضروریاتِ دین کا علم تو حاصل کرتے رہیں۔ اب جو عربی مدرسے ہیں' کیا وہ پچیس کروڑ مسلمانوں کی دینی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں؟ یعنی وہ علم جو ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرضِ عین ہے' کیا ان عربی مدرسوں کی اتنی کوشش سے فرضِ عین ادا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے اس لئے کہ ویسے بھی عموماً لوگ مدرسوں میں آنا پسند نہیں کرتے' آپ خود اپنا لائق وفائق بچہ مدرسہ بھیجنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ اُسے آپ اسکول میں بھیجتے ہیں' یعنی جس کو آپ کند ذہن' شرارتی' کم عقل' ناکارہ اور کچا سمجھتے ہیں اُسے مدرسہ بھیجتے ہیں اور جسے ذہین' سمجھدار' ہوشیار اور پکا سمجھتے ہیں اُسے اسکول بھیجتے ہیں۔ آپ کا یہ حال ہے تو آپ بچہ کیا بن کر نکلے گا؟ آپ ہی سمجھئے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی عقل وفکر کے لاشعور اور جامد ذہن وفکر مولوی نظر آرہے ہیں۔

اسکولس میں دینی تعلیم کا انتظام : اسکول میں کیوں بھیجتے ہیں؟ اس لئے کہ دولت کی طرف رجحان بڑھا ہوا ہے۔ ہمیں اُسے ڈاکٹر بنانا ہے' انجینئر بنانا ہے' فارمیسسٹ بنانا ہے' اکاونٹنٹ بنانا ہے۔ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے اگر کوئی مسلمانوں کا ادارہ یا اسکول نہیں ہے تو کفار ومشرکین وکریسچن کے اسکولوں میں بھیجیں گے۔

عربی مدرسوں میں مسلمانوں کے بچے ہمیشہ بہت ہی کم اور اسکولوں میں زیادہ ہوتے ہیں لہذا کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ ہم خود ہی اسکول بنائیں اور اُن کو اسکول کا نصاب ہی پڑھائیں جو نصاب وہاں چلتا ہے وہی نصاب پڑھنے دیا جائے' صرف ایک مضمون (subject) ہمارا دین کا ہو اور پہلی کلاس سے لے کر دسویں کلاس تک ضروری قرار دیا جائے اور اُن کو اُن کی ہی زبان میں دین سکھائے۔ یہ گرامر کی چکر میں اُن کو نہ الجھایا جائے' اُن کو عالم اور مفتی بنانے کی ضرورت کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ پہلی کلاس سے لیکر دسویں کلاس تک اُن کو تھوڑا تھوڑا دین سکھاتے جائیں گے تو دس سال بعد جب وہ بچہ اسکول سے نکلے گا تو فرضِ عین سے واقف ہوجائے گا۔ اتنا

آپ نے واقف کروادیا تو کافی ہے۔ اب کوئی بچہ اسکول سے فراغت کے بعد عالم بننا چاہتا ہے تو کسی مدرسہ میں چلا جائے' کوئی کالج میں جانا چاہے تو کالج میں چلا جائے۔ کالج میں جاتا ہے تو دین سے بے خبر نہیں رہے گا اور مدرسہ میں جاتا ہے تو دُنیا سے بے خبر نہیں رہے گا۔ اگر کہیں بھی نہیں جاتا ہے تو بھی جاہل نہیں رہے گا۔

دسویں جماعت تک دِین کا subject لازم کرلیجئے۔ کیا آپ قانونِ شریعت کے دو حصے نصاب میں نہیں پڑھا سکتے ہو؟ کیا آپ بہارِ شریعت کے ضروری حصے نصاب میں نہیں پڑھا سکتے ہو؟ جو کچھ اُن کی زبان ہو اسی میں پڑھاؤ۔اور اس سے زیادہ فرضِ عین ہے ہی نہیں۔ یہ تعلیم عورتوں کے لئے بھی لازم کرلیجئے۔

جزوقتی مدارس میں دینی تعلیم ۔تعلیم بالغان کا خصوصی انتظام: جزوقتی (صباحیہ ومسائیہ) مدرسے واسکولس بھی قائم کئے جاسکتے ہیں۔ جو لوگ بوڑھے ہوگئے ہیں اُن کو بھی اس سے استفادہ کرنے کا موقع مل جائے۔ سال' دوسال میں اُن سب کو فرضِ عین سے واقف کرواسکتے ہیں۔ آپ بالکل اعلان کرسکتے ہیں کہ (۸) سال سے لے کر (۸۰) سال تک کے لوگ اس میں آسکتے ہیں یعنی اس میں بچے ' جوان اور بوڑھوں کی تخصیص نہ ہو کیونکہ جب علم نہیں ہے تو سب بچے ہی کہلائیں گے اگرچہ کہ عمر میں کتنے ہی بڑے ہوں۔

﴿☆☆☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **من لم یطلب العلم صغیراً فطلبه کبیراً فمات مات شهیداً** (علم اور علماء بحوالہ کنز العمال) جس نے بچپن میں علم نہیں حاصل کیا تو بڑی عمل کا ہو کر اس کو حاصل کیا پھر مرگیا تو وہ شہید مرا۔ ☆☆☆﴾

اب بہت لازم چیز ہے کہ دین سیکھے۔ اب وہ دور ختم ہوگیا کہ ماں باپ کے گود سے لوگ دین سیکھ کر نکلتے تھے۔

جب میرے ذہن میں خیال آیا کہ اسکول بناؤں تو سب سے پہلے میں نے کچھوچھا میں اس کی بنیاد رکھی۔ ہمارے کچھوچھا میں مدرسے آدھے درجن سے کم نہیں ہیں مگر وہاں جا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ کچھوچھا کا کوئی بچہ نہیں ہے اگر ہو بھی تو صرف دو چار ہوں گے' مختلف علاقوں سے بچے آ گئے اور آنے کے بعد پڑھ کر اپنے اپنے علاقوں کو چلے گئے اور یہاں کے لوگ خالی ہی خالی رہ گئے۔

اسی طرح کسی مدرسہ میں (۷۰)' کسی مدرسہ میں (۸۰)' کسی مدرسہ میں (۱۰۰) بچے ہیں۔ کیا اتنے بچوں کے پڑھنے سے پوری قوم کا فرضِ عین ادا ہو جائے گا؟

اب اس کے بعد جب ہم نے اسکول قائم کیا تو اسی کچھوچھا کے (۷۵۰) ساڑھے سات سو بچے ہمارے ہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ وہاں مفت نہیں جا رہے ہیں اور یہاں فیس دے کر آ رہے ہیں۔ اور یہاں انھیں اسلامی تہذیب مل رہی ہے۔ پہلے وہ مجبوراً غیروں کے پاس جاتے تھے' اب یہاں اپنا اسکول ہو گیا ہے بلکہ غیر مسلمین بھی اسلامی تہذیب سے اتنا متاثر ہیں کہ وہ بھی اپنے بچوں کو یہاں بھیجتے ہیں۔ پتہ چلا کہ اصل چیز تہذیب ہے۔ غیر مسلمین بھی دیکھ رہے ہیں کہ یہاں بچوں کو اتنی انسانیت سکھائی جاتی ہے بچہ جب گھر آتا ہے تو ماں باپ کو سلام کرتا ہے' ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے۔ دوسرے بعض اسکولوں میں تو غنڈہ گردی سکھائی جاتی ہے اور شدید قسم کے ہندو لوگ بھی اپنے بچوں کو یہاں بھیج رہے ہیں۔

مدرسہ یا اسکول : جب ہمارے شوکت صاحب نے مدرسہ کھولنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے کہا کہ مدرسہ نہیں بلکہ اب اسکول کھولا جائے اور اس میں ایک مضمون دین کا ہونا چاہیے۔ اب تو میں مدرسوں کی کثرت کا قائل ہی نہیں ہوں' کیونکہ جس زمانہ میں کوئی خاص ادارے نہیں تھے تو کیسے کیسے لوگ ان مدرسوں سے نکلتے تھے۔ اب اتنے سارے مدرسے قائم ہونے کے باوجود نہ کوئی مفتی اعظم نکلتا ہے

نہ کوئی محدث اعظم نکلتا ہے۔ یہاں تو بالکل ہی سنّا ٹا نظر آ تا ہے۔ پہلے کیا ہوتا تھا کہ فرضِ کفایہ ادا کرنے والے لوگ محنت سے مدرسہ جاتے تھے اساتذہ کی خدمت کرتے تھے اگر استاذ بدایون میں ہوتو یہ بدایون چلے گئے اور استاذ بریلی میں ہوتو یہ بریلی چلے گئے' اگر استاذ کچھوچھا میں ہوتو یہ وہاں چلے گئے...... تو یہ لوگ محنت کر کے سیکھتے تھے۔ اب تو معاملہ یہ ہے کہ بیٹھی جگہ سیکھنا ہے' مفت کا کھانا ہے' مفت کا رہنا ہے' تو یہ مفت نے تو اور بھی مفت کا بنا دیا۔ تعلیم بھی مفت ہوگئی۔

☆☆☆ ہمارے اسلاف کو طلبِ علم کا حد درجہ شوق تھا کہ سخت سے سخت ضرورت کے وقت بھی درس گاہ سے صرف اس لئے غیر حاضر نہیں ہوتے تھے کہ کہیں میرا کوئی سبق چھوٹ نہ جائے۔ اگر طلبِ علم کے لئے گھر سے نکلتے تو علم کے علاوہ کسی دوسری شئے میں مشغول ہو کر تضیعِ اوقات گوارہ نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہی وہ جذبہ وشوق تھا جس کی بدولت وہ آسمان شہرت وعظمت کا نیرّ تاباں بن کر چمکے جس کی درخشانی سے پورا جہانِ تاریک' روشن ومنور ہو گیا۔

ہم بزرگانِ دین واسلافِ صالحین کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ تلاش علم میں سفر کرنا ہمارے بزرگوں کی سُنّت ہے۔ وہ نفوسِ قدسیہ تو اُس کٹھن دور میں سفر کرتے تھے جب کہ سفر اونٹ' گھوڑوں اور خچروں پر یا پیدل کیا جاتا تھا اور منزل تک پہنچنے میں کئی روز اور کبھی کبھی کئی ماہ صرف ہو جاتے تھے جب کہ آج کل مہینوں کا سفر دنوں میں' دنوں کا سفر گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اس قدر دشواریاں ہونے کے باوجود اُن لوگوں میں وہ جذبہ تھا کہ اللہ کی راہ میں نکل جاتے اور اثنائے راہ پیش آنے والی پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔

آج ہم ہندوستانی مسلمان متعدد مسائل کا شکار ہیں۔ مجموعی طور پر ہماری جو بھی

صورتِ حال ہے وہ زوال کی مظہر ہے ۔آزادی کو (۶۳) سال سے زائد گزر گیا مگر ہمیں وہ مقام حاصل نہ ہوسکا جس کے ہم حقدار ہیں ۔اس کی بنیادی وجہ ہے تعلیم سے ہماری بے رغبتی اور ہماری تعلیمی پسماندگی ۔ہمیں اپنی نسل کو عصری اور مذہبی علوم سے نہ صرف یہ کہ آشنا کرنا ہوگا بلکہ انہیں مہارت کی سطح پر لے جانا ہوگا ۔لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں میں بھی حصولِ علم کا رجحان پیدا کرنا ہوگا ۔آپ ایک روٹی کم کھائیں مگر خدارا اپنے بچوں کو تعلیم ضرور دِلائیں ۔ ☆☆☆

اسکولس کا قیام : ہم نے کہا کہ اب دور دوسرا آگیا ہے اور ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اب اسکولس ہی قائم کریں گے کیونکہ اگر آپ فرضِ عین والا علم سکھا دیتے ہیں تو پھر اس کے بعد بچہ اس سے زیادہ سیکھتا ہے تو یہ علحدہ بات ہے اس کی اہلیت کم لوگوں میں ہوتی ہے ۔اور جو بچے اسکول سے فراغت کے بعد دوسری لائن یا فیلڈس میں جانا چاہے وہ بھی آسانی سے جاسکتے ہیں اس لئے کہ علمی حیثیت سے اگر آپ سبقت کریں گے تب ہی آپ دوسری قوموں پر برتری حاصل کریں گے ورنہ نہیں ۔ آپ بتایئے کہ ایک آدمی (۱۰۰) لوگوں پر حکومت کیسے کرتا ہے سب اُس کے پیچھے چلتے ہیں ۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ (۱۰۰) کے اندر وہ بات نہیں جو اس اکیلے میں موجود ہے اور اُن سو کی خوبیاں اس ایک نے سمیٹ لی ہے اور اُن سے اعلیٰ ہے ۔ اگر اس کے پیچھے ڈاکٹر ہے تو یہ اُن سے بڑا ڈاکٹر ہے ۔اُس کے پیچھے اگر انجنیئر ہے تو یہ اُن سے بڑا انجنیئر ہے اگر اس کے پیچھے سائنٹسٹ ہے تو یہ اُن سے بڑا سائنٹسٹ ہے ۔تو جب تک آپ وہ برتری ثابت نہیں کریں گے کوئی آپ کے پیچھے نہیں چلے گا ۔ پیچھے چلانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اُن سے Advance ہو' اُن پر سبقت و برتری لے جائیں ۔ یہی بات ہمارے ذہن میں آئی اس لئے ہم نے اسکول قائم کیا ۔ آپ لوگ بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ایسے اسکولس قائم کریں تاکہ فرضِ عین کو کسی نہ کسی بہانہ ہر

مسلمان کو سکھا دیا جائے اور جب آپ خدا کی راہ میں قدم بڑھائیں گے تو خدا کی رحمت اور فضل آپ کا ساتھ دے گی اور راستہ خود ہی کھلتا جائے گا مگر پہلے آپ قدم بڑھائیے۔ اگر صرف سوچتے رہیں تو کچھ نہیں ہوگا۔

﴿☆☆☆ **اسلام اور علم** : مذاہبِ عالم میں اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے تعلیم وتعلّم کی پُر زور تبلیغ کی۔ ایمان وَعمل کے ساتھ کسبِ علم اور اشاعتِ علم کو ضروری قرار دیا۔ اصلاح معاد ومعاش، دین وشریعت کی تفہیم اور رب کائنات کی معرفت کے لئے حصولِ علم کو فرض قرار دیا۔ اس کے نزدیک دین ودُنیا کی کامرانی اور فلاح، نورِ علم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ قرآن وحدیث میں علم کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور تحصیل علم کے احساس کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں دوسرے مذاہب کو اسلام کی طرح علم وفن کو انتہائی اہمیت دیتے نہیں دیکھا گیا۔ علم کی اشاعت، حصول علم کی تشویق، علم کی قدر ومنزلت، اہل علم کی عزت وعظمت، علم کے آداب اور علم کے خوشگوار اثرات ونتائج کو اُزبر کرنے کے لئے مکمل ہدایات صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے اس کی مثال کہیں اور نظر نہیں آتی۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿**اقرأ وربك الاكرم الذى علم بالقلم ° علم الانسان مالم يعلم**﴾ (العلق/۳۰)

پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب مکرم ﷺ پر نزولِ وحی کا آغاز فرمایا تو اولاً پڑھنے کا حکم دیا، لہٰذا اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ مذہبِ اسلام کی بنیاد علم پر منحصر اور اسلامی معاشرہ کی بقا علم ہی پر موقوف ہے کیونکہ علم کے بغیر اپنے دین وایمان کا تحفظ ناممکن ہے۔ اگر اللہ عزوجل نے ﴿**اقرأ**﴾ فرما کر علم کی اہمیت کا اظہار نہ فرمایا

ہوتا تو شاید اس کرۂ ارض پر کوئی خدا اور رسول کا نام لینے والا نظر نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کو نازل فرما کر لوگوں کو حصول علم پر برانگیختہ فرمایا تا کہ انسان علم کی روشنی سے ظلمت و تیرگی کی سیاہی ختم کر کے نورِ حقیقت سے اپنے قلوب کو منور و مجلیٰ کرے۔

﴿**قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون**﴾ (الزمر)

کہہ دو ! کیا علم رکھنے والے اور وہ لوگ جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں۔

یعنی عالم و جاہل ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ عالم کے مرتبہ کو جاہل کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

کس قدر مؤثر اور بہترین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ تھوڑی بھی فہم و فراست رکھنے والا انسان قطعاً یہ تصور نہیں کر سکتا ہے کہ عالم و جاہل برابر ہیں۔ بلا شک و شبہ عالم کا درجہ جاہل سے بلند و بالا ہے۔

علم اور صاحبِ علم کی رفعت شان کو واضح کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

﴿**يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اولو العلم درجٰت**﴾ (المجادلہ)

اللہ ان لوگوں کے درجے بلند فرمائے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم عطا کیا گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین اور علماء کا درجہ بلند فرمائے گا۔ علماء کا درجہ دُنیا میں بھی بلند و بالا ہے اور آخرت میں بھی ارفع و اعلیٰ ہوگا چنانچہ آپ سَر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ نماز پنج گانہ کا امام عالم ہوتا ہے، عیدین اور نمازِ جمعہ کا امام عالم ہوتا ہے نماز جنازہ کا امام عالم ہوتا ہے، شریعت و طریقت کے رموز عالم بتاتا ہے، ارکانِ خمسہ کی باریکیاں عالم بتاتا ہے، اہلِ ثروت کو عالم کی ضرورت ہے بلکہ اہل زمانہ عالم کے محتاج ہیں غرض کہ گود سے گور تک عالم کی ضرورت ہے اور رہے گی۔ معلوم ہوا کہ اہلِ دولت نہ ہوں تو کوئی نقصان نہیں مگر اہل علم نہ ہوں تو نقصان ہی نقصان ہے بلکہ زندگی ہی ناقص و ناتمام ہے۔

﴿**قل رب زدنی علما**﴾ (طٰہٰ) کہہ دو، اے رب ! مجھے اور زیادہ علم عطا کر۔

﴿**ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً**﴾ (البقرۃ)

جسے حکمت عطا کی گئی اسے بہت بڑی دولت عطا کی گئی۔

سرورِ کائنات علیہ التحیہ والثناء ارشاد فرماتے ہیں:

(☆) **من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع۔** (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اس وقت تک خدا کی راہ میں ہے جب تک کہ واپس نہ آ جائے۔

(☆) **من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سھل اللہ لہ طریقاً الی الجنة وان الملٰئکة لتضع اجنحتھا بطالب العلم رضا بما یضع وان العالم یستغفر لہ من فی السمٰوٰت والارض حتی الحیتان فی الماء وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علیٰ سائر الکواکب وان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درھماً انما ورثوا العلم فمن اخذہ بحظ وافر۔** (ابوداؤد۔ ترمذی، ابن ماجہ) جو شخص علم کی تلاش میں کوئی راستہ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردے گا۔ فرشتے طالب علم کی خوشی کے لئے اپنے بازو بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی مغفرت کی دُعا کرتی ہیں۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت باقی سب تاروں پر ہے اور علماءٗ نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء کا ورثہ نہ دینار ہے نہ درہم بلکہ ان کا ورثہ علم ہے، تو جس نے اسے حاصل کیا اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔

(☆) **من جاء ہ اجلہ وھو یطلب العلم فقی اللہ ولم یکن بینہ وبین النبیین الا درجة النبوة۔** (الطبرانی فی الاوسط) اگر کسی شخص کو اس حالت میں موت آ جائے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف نبوت کے درجہ کا فرق ہوگا۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات پر عمل پیرا ہو کر ایمان کی پختگی اور عمل صالح کے ساتھ تحصیل علم اور فروغ علم کو اپنی زندگی کا منشور بنا لیا تھا وہ مہد سے لحد تک تحصیل علم کو دینی فرض سمجھتے تھے، مسلمان اور علم لازم وملزوم بن گئے تھے انہوں نے صرف علوم دینیہ ہی میں کمال نہیں پیدا کیا بلکہ شعروادب، تاریخ، طِب، ہیئت ونجوم، منطق وفلسفہ اور ریاضیات میں مہارت تامہ ہی حاصل نہیں کی بلکہ انہیں اس قدر مہذب اور مدون کیا کہ وہ ان علوم وفنون میں بعض شعبوں کے موجد قرار پائے۔

اپنے عروج وارتقاء کی صدیوں میں مسلمان علوم وفنون کے میدان میں دُنیا کی ساری قوموں پر سبقت لے گئے۔ انہوں نے علم کی لازوال دولت کو اپنا ذاتی اجارہ نہیں سمجھا بلکہ اس کی تعلیم کے لئے اپنا دروازہ اپنوں اور بے گانوں سب کے لئے ہمیشہ کھلا رکھا۔ علم وفن، تہذیب وتمدن اور اختراع وایجاد میں ان کی عظمتوں کا سکہ ہر طرف بیٹھ گیا اور ان کے خرمن علم سے دنیا نے خوب خوب کسب فیض کیا۔

مسلمانوں کی علمی ترقی اور اشاعت علم کے لئے اُن کی غیر متعصّبانہ بے لوث روش کا اعتراف اہل مغرب نے بھی کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ موجودہ مغربی دُنیا کی علمی وسائنسی ترقی مسلم علماء اور دانشوروں کی دین ہے تو بیجا نہ ہوگا۔

افسوس کا مقام ہے کہ جو قوم دُنیا کی قیادت ورہنمائی کا مہتم بالشان فرض انجام دے رہی تھی آج وہ علمی پسماندگی اور جہل کا شکار ہوگئی ہے۔ اقوام عالم علم وفن کی شاہراہ پر تیز گامی سے آگے بڑھ رہے ہیں اور مسلمان غبارِ کارواں ہو کر اپنی زبوں حالی پر ماتم کر رہا ہے مگر اُسے اپنے کھوئے علمی وقار کی بازیافت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ جمود وتعطل کے اس ماحول میں مسلمانوں کو علم اور برکات علم سے روشناس کرانے کی سخت ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے اسلاف کی علمی عظمتوں کے علم بردار بن سکیں اور عالمی سطح پر سر بلند ہوسکیں۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی کھوئی ہوئی عظمتوں کی بازیافت کے لئے

پورے جوش وخروش کے ساتھ علم کے میدان میں قدم رکھیں اور گرد کارواں بننے کے بجائے میرِ کارواں بنیں۔ جس طرح ہمارے اسلاف نے اقوام عالم کی رہبری اور قیادت کی تھی، ہم بھی اسی منصب پر فائز ہوکر دُنیا کو بتا دیں کہ :

ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے

قرآن وحدیث کے حاملین اب بھی علوم وفنون ایجادات واختراعات میں کسی سے کم نہیں۔

غلبہ اسلام : حضور نبی کریم ﷺ معلم قرآن وحکمت ہیں ﴿**وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ (البقرۃ) اور سکھائے انھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں۔ رسول اکرم ﷺ علم وحکمت کی تعلیم دینے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات یعنی آپ کے علم وحکمت سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا ہے۔

ہمارا دین تاریکی کے مقابلہ میں روشنی ہے، جہل کے مقابلہ میں علم وبصیرت اور حکمت ہے، موت کے مقابلہ میں زندگی، حیات اور رُوح ہے۔ اندھے پن کے مقابلہ میں بینائی اور بصارت ہے۔ ذہن ورُوح کی پراگندگی اور پریشانی کے مقابلہ میں اطمینان وسکون، راحت اور یکسوئی ہے۔ گمراہی کے مقابلہ میں رُشد وہدایت اور صراط مستقیم ہے۔ بگاڑ اور فساد کے مقابلہ میں بناؤ اور اصلاح ہے۔ گراوٹ اور پستی کے مقابلہ میں رفعت اور بلندی ہے۔ بے کرداری کے مقابلہ میں اعلیٰ کردار وعمل اور اخلاق کی بلندی ہے۔ جو دین ہمیں عطا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا اور نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول کو اس لئے مبعوث فرمایا تا کہ اس کے لائے ہوئے دِین کو غلبہ عطا فرمائے اور سارے عالم میں ڈنکا بجائے۔

اسلام کا غلبہ تمام دوسرے مذاہب پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مُسلم رہا ہے۔ جو دین نبی کریم ﷺ لے کر آئے ہیں وہ باطل سے مغلوب نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اپنی فطری توانائیوں سے ساری طاغوتی قوتوں کو سرنگوں کردے گا۔ یہ غاروں میں چُھپ کر اور گوشہ نشینی میں زندگی گذارنے والوں کا دین نہیں، یہ کشاکشِ حیات سے دامن بچا کر کُنجِ عافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں۔ کسی مصلحت کے پیش نظر باطل سے مفاہمت و مصالحت کرنے والوں کا دین نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے جو گرجتے ہیں تو باطل کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ اُن عقابوں اور شاہینوں کا دِین ہے کہ جب وہ پَر کُشا ہوتے ہیں تو فضا کی پہنائیاں سمٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ ان بہادروں اور جوانمردوں کا دین ہے جو زندگی کی کشتی کو حادثات کے طوفانوں میں کھیلنا جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اسلام کو قیامت تک زندہ رکھنے کے لئے اگر ایک طرف کشور کُشا مجاہدین کا اُمنڈتا ہوا لشکر ہے تو دوسری طرف خلافت ارضی کا کاروبار سنبھالنے والے فرماں رواؤں کا گروہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف اسلامی نظامِ حیات کا دستور اور شریعت کے قوانین مرتّب کرنے والے فقہا اور مجتہدین ہیں تو دوسری طرف آئین شریعت کی روشنی میں حقوق انسانی کا تحفظ کرنے والے قاضیوں کا طبقہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف معاشرہ کو اسلامی احکام و اخلاق کے سانچے میں ڈھالنے والے مصلحین ہیں تو دوسری طرف قلوب انسانی کو تجلیات الٰہی کا گہوارہ بنانے والے اصحاب سلوک و احسان کا مقدس گروہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف اسلام کی دعوت کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے مبلّغین کا دستہ ہے تو دوسری طرف اسلام کے اندرونی نظام اعتقاد و عمل کو غیر اسلامی عناصر سے پاک کرنے والے مُجدِّدین کی جماعت بھی ہے۔ اگر ایک طرف

باطنی دُنیا کا کاروبار سنبھالنے والے اولیاءؒ اَغواثؒ اقطابؒ ابدال واوتادؒ نُقباء اور نُجباء کے نورانی طبقات ہیں تو دوسری طرف ظاہری احوال کو درست رکھنے والے علمائے اُمّت اور نائبین رسول کا مقدس گروہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف قرآن کریم کو دل کے تہہ خانوں میں محفوظ کرنے والے حُفّاظ کا طبقہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے حروف اور کلمات کو صحیح تلفّظ اور ترتیل وتجوید کے ساتھ پڑھنے پڑھانے والے قاریوں کا گروہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف قرآن حکیم کے مفاہیم ومطالب اور اُس کے عُلوم ومعارف سے قلوب واَذہان کو مُنوّر کرنے والے مفسرین ہیں تو دوسری طرف قرآن حکیم کے دلائل وبراہین سے عُقولِ انسانی کو چراغ دِکھانے والے محققین کا طبقہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف پیغمبرِ اعظم ﷺ کے اقوال وافعال کو اُمّت تک پہنچانے والے راویوں کا گروہ ہے تو دوسری طرف رِجال حدیث کے احوال زندگی اور اُن کے سلسلہ روایت کا ریکارڈ رکھنے والے محدثین کی جماعت بھی ہے۔ اگر ایک طرف اصولِ روایت وَدرایت کی کسوٹی پر حدیثوں کو پرکھنے والے ناقدین ہیں تو دوسری طرف اسلام اور مشاہیرِ اسلام کے احوال وواقعات سے دُنیا کو باخبر کرنے والے مُوَرّخین کی جماعت بھی ہے۔ اگر ایک طرف قرآن کی فصاحت وبلاغت کو ادبی اورفنّی بنیادوں پر دُنیا کے سامنے پیش کرنے والے اہلِ معانی کا گروہ ہے تو دوسری طرف اندازِ بیان اور وُجوہ اعجاز کے رُخ سے قرآن حکیم کو خُدا کا کلام ثابت کرنے والے نُکتہ رسوں کا طبقہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف رسولِ اعظم ﷺ کے شمائل وعادات اور فضائل ومعجزات کی تفصیلات سے اُمّت کے قلوب کو سُرور بخشنے والے اصحاب سِیَرہ ہیں تو دوسری طرف اہلِ ایمان کے سینوں میں عشق رسول کی شمع رَوشن کرنے والے نعت گوشعراء اور میلادخوانوں کا گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف دینی علوم کو آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے والے اصحاب درس وتدریس ہیں تو دوسری طرف عقل وحکمت کے دلائل سے اسلام کو مسلح کرنے والے حکماء ومتکلمین کا طبقہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف نبوت کے علوم ومعارف کو نقوش وتحریرات کے ذریعہ محفوظ کرنے والے مصنفین ہیں تو دوسری طرف بحث واستدلال کے میدان میں اسلام کی وکالت کرنے والے مناظرین کا گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف مساجد میں نمازیوں کی قیادت والے ائمہ کی جماعت ہے تو دوسری طرف نیکیوں کی ترغیب دینے اور بُرائیوں سے روکنے کے لئے دلوں کو پگھلا دینے والے واعظین کا دستہ بھی ہے۔

ایک نظام سلطنت کی طرح یہ سارا ساز وسامان صرف اس لئے وجود میں لایا گیا تاکہ دُنیا میں اسلام کو ہمیشہ بالا دستی حاصل رہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے اسلاف کے علمی کارناموں اور اپنے ماضی کو یاد کرتے ہوئے مستقبل کی فکر کریں، اخلاف کی کامیابی وکامرانی کی تدبیر کریں، اپنے اندر ایمانی غیرت بیدار کریں، معاشرہ سے جہالت کی بیخ کنی کرتے ہوئے عزمِ مصمّم کرکے میدان عمل میں آئیں اور آنے والی نسل کو تباہی وبربادی سے بچانے کے سامان پیدا کریں، ورنہ یاد رکھیں :

اپنی تاریخ کو جو قوم بھلا دیتی ہے صفحۂ ہستی سے وہ خود کو مٹا دیتی ہے

اسلام اور فروغ علم : تاریخ شاہد ہے کہ ایسا بھی دَور گذرا ہے جب ہر طرف مسلمانوں کے علم وفن، فکر ودانش، فضل وکمال، جودتِ طبع، عقل وخرد، زیرکی اور وسعت ذہنی وفکری کا دور دورہ تھا۔ چہار وانگ عالم میں قوم مسلم کے تبحر علمی کے تذکرے ہوا کرتے تھے اور مسلمانوں کی ذہانت وفطانت، بصیرت وبصارت کی دھوم

مچی ہوئی تھی۔ قرآن ہو یا حدیث، تفسیر ہو یا فقہ، فصاحت و بلاغت ہو کہ ریاضی وسائنس، طب ہو یا جراحی سب میں مسلمانوں نے حیرت انگیز ترقی کی۔ تاریخ وسیر، جغرافیہ وعلم حساب، منطق وفلسفہ، نفسیات وطبیعات، معدنیات وحجریات، علم ہندسہ، جبر ومقابلہ، علم ہیئت وتوقیت، علم کلام وشعر، علم جفر وقیافہ شناسی اوران کے علاوہ دیگرعلوم تو مسلمانوں ہی کے علوم ہیں جن کو پردۂ خفا میں رکھ کر قصۂ پارینہ بنادیا گیا ہے اور انہیں کو نئے نئے ناموں سے موسوم کر کے علوم جدیدہ کہہ کر اپنا علم منوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اسلام کی روشن تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ وہ کون سے علوم ہیں جنہیں مسلمانوں نے حاصل نہیں کیا، وہ کون سے فنون ہیں جن میں مسلمانوں نے کمال پیدا نہیں کیا، مسلمانوں کے علمی وفنی کارنامے رہتی دُنیا تک بھلائے نہیں جاسکتے۔

آج مسلمان پوری دُنیا میں علمی انحطاط کا شکار ہیں، ہم نے علم کی فضیلت واہمیت کو نظرانداز کردیا۔

مسلمانو ! خدا کے لئے ہوش میں آؤ، خواب غفلت سے بیدار ہوجاؤ اوراپنے اسلاف کی طرح علم سے والہانہ عشق پیدا کرو، خودبھی علم حاصل کرو اوراپنی اولاد کوبھی تعلیم دلاؤ۔ وقت اور حالات کا تقاضا ہے کہ ہم منظّم طریقے سے اسلام کی دینی، اخلاقی، رُوحانی اورسائنسی تعلیمات وہدایات کوعام کریں، ورنہ یادرکھیں:

نہ سنبھلوگے تو مٹ جاؤگے اے...... مسلمانو ! تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

☆☆☆

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْن

وَصَل اللّٰہُ تَعَالٰی عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن